ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan-Mar 2026.Page#.3141-3153
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Preaching Methodology in the Qur'anic Narratives and Its Contemporary Requirements: An Analytical Study

قرآن حکیم کے قصص میں دعوتی اسلوب اور اس کے معاصر تقاضے: ایک تجزیاتی جائزہ

Hafiz Muhammad Salman
PhD Scholar, Department of Qur'anic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
Prof. Dr. Zia-ur-Rehman
Chairman, Department of Qur'anic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Abstract
The Qur'ān presents the stories of the prophets (Qasas al-Anbiya) not merely as historical narratives but as a comprehensive framework for guidance, moral reform, and the methodology of da'wah (Islamic preaching). These narratives highlight the lives, struggles, and missions of the prophets, illustrating how they conveyed the message of monotheism (Tawhid), opposed polytheism (Shirk), and guided their communities toward righteousness. The Qur'ānic accounts emphasize essential principles of effective preaching, including wisdom, gentle speech, patience, piety, and steadfastness in the face of trials. This study examines the da'wah methodology found within the Qur'ānic narratives and analyzes its relevance to contemporary contexts. By exploring key themes such as the prophetic approach to inviting people toward monotheism, the use of wisdom and soft speech in communication, lessons derived from the rise and fall of past nations, and the prophets' patience during severe hardships, the research highlights the timeless educational and reformative dimensions of Qur'ānic storytelling. The prophets demonstrated exemplary character, perseverance, and reliance on God, thereby providing a practical model for individuals engaged in religious and moral guidance. Furthermore, the study integrates Qur'ānic verses, Prophetic traditions (Hadith), historical accounts, and scholarly perspectives to provide a comprehensive analytical understanding of the subject. It argues that the Qur'ānic narrative style is not only a theological tool but also an effective pedagogical and communicative method for moral transformation and social reform. The findings suggest that adopting the prophetic principles of wisdom, patience, ethical conduct, and spiritual consciousness can greatly enhance the effectiveness of contemporary da'wah efforts. In conclusion, the Qur'ānic stories serve as a timeless source of guidance, offering valuable insights into the principles of leadership, moral resilience, and constructive engagement with society. Their relevance remains significant in addressing modern intellectual, ethical, and social challenges while preserving the core message of divine guidance.

Keywords: Preaching Methodology, Qur'anic Narratives, Contemporary Requirements, Guidance, Moral Reform

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے جو انسانیت کی ہدایت، اصلاح اور فلاح کے لیے نازل کی گئی۔ اس کتابِ ہدایت میں جہاں عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کے اصول بیان کیے گئے ہیں، وہیں دعوتِ دین کے مؤثر اور حکیمانہ اسالیب بھی نمایاں طور پر موجود ہیں۔ قرآن مجید کا ایک اہم اور مؤثر اسلوب قصصِ قرآنی ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کے واقعات بیان کیے ہیں۔ یہ واقعات محض تاریخی روایات یا داستانیں نہیں بلکہ ان میں گہرے دعوتی، تربیتی اور اصلاحی پہلو مضمر ہیں جو ہر دور کے انسان کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ قرآن حکیم کے قصص میں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوتی جدوجہد، ان کا صبر واستقامت، حکمت وبصیرت اور اپنی اقوام کے ساتھ

ان کا طرزِ خطاب نہایت جامع انداز میں بیان ہوا ہے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوتی زندگیوں کے واقعات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ دعوتِ دین میں حکمت، صبر، موعظۂ حسنہ، دلائلِ عقلیہ اور عملی نمونہ کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔ ان قصص کے ذریعے قرآن کریم نہ صرف سابقہ اقوام کے انجام سے عبرت دلاتا ہے بلکہ داعیانِ حق کو دعوت کے مؤثر طریقے اور اصول بھی سکھاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں جب انسانی معاشرہ فکری انتشار، الحاد، مادیت اور اخلاقی زوال جیسے متعدد چیلنجز سے دوچار ہے، تو دعوتِ دین کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ، سماجی تبدیلیوں اور فکری مباحث نے دعوت کے اسلوب اور طریقہ کار کو بھی متاثر کیا ہے۔ ایسے حالات میں قرآن حکیم کے قصص میں موجود دعوتی اسالیب کا مطالعہ اور ان کے معاصر تقاضوں کے مطابق اطلاق نہایت اہمیت کا حامل ہے، تاکہ قرآن کی تعلیمات کو مؤثر انداز میں موجودہ معاشرے تک پہنچایا جاسکے۔ اسی پس منظر میں زیرِ نظر موضوع "قرآن حکیم کے قصص میں دعوتی اسلوب اور اس کے معاصر تقاضے: ایک تجزیاتی جائزہ" اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے کہ قرآن مجید کے قصص میں کون کون سے دعوتی اصول اور اسالیب بیان ہوئے ہیں، اور موجودہ دور میں دعوتِ دین کے میدان میں ان اصولوں سے کس طرح رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ واضح کرنے کی سعی کی جائے گی کہ قصصِ قرآنی نہ صرف ماضی کی تاریخ بیان کرتے ہیں بلکہ وہ آج کے داعی کے لیے بھی ایک جامع اور مؤثر دعوتی منہج فراہم کرتے ہیں۔

انبیاء کی زندگی اور دعوتی اُسلوب

قصصِ انبیاء قرآن مجید کی وہ اہم تعلیمات ہیں جو انسانی زندگی کے لیے رہنمائی، نصیحت اور عبرت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ قصص نہ صرف تاریخی واقعات بیان کرتے ہیں بلکہ ہر واقعہ میں انسان کے عقلی، اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے مخصوص پیغام موجود ہوتا ہے۔ قرآن میں قصصِ انبیاء کا مقصد صرف کہانی سنانا نہیں بلکہ لوگوں کے لیے سبق آموز اور دعوتی پہلو فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ایمان، صبر، توکل اور نیک اخلاق کی تعلیم حاصل کریں۔ قصصِ انبیاء میں علم وحکمت کی تعلیم بھی پوشیدہ ہے۔ ہر پیغمبر کے حالات، مشکلات اور ان کے حل کے طریقے نوجوان اور طلبہ کو عملی فہم عطا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی اصلاح اور صبر واستقامت کا سبق یہ سکھاتا ہے کہ انسانی ہدایت کے لیے صبر اور استقامت ضروری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے حق کا موقف اور عدل کی تعلیم معاشرتی انصاف اور قیادت کی عملی مثال فراہم کرتی ہے۔ اس طرح قصصِ انبیاء علم، فہم اور تدبر کی تربیت دیتے ہیں، اور تعلیم وتربیت کے معاصر مقاصد کے لیے بہترین نمونہ فراہم کرتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی انسانی تاریخ میں ہدایت اور اصلاح کا عظیم نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ وہ انسانوں کو توحید، اخلاق اور عدل کی طرف دعوت دیں۔ قرآن مجید میں انبیاء کی زندگی کے واقعات کو محض تاریخی بیان کے طور پر نہیں بلکہ دعوتی اسلوب، تربیتی اصول اور اصلاحی حکمت کے نمونے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی دعوت کا طریقہ کار حکمت، صبر، اخلاق اور دلیل پر مبنی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔[1]

"یقیناً ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔"

1- سورۃ یوسف، آیت 111

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قرآن میں بیان کردہ انبیاء کے قصے محض تاریخی واقعات نہیں بلکہ ان میں عبرت، نصیحت اور دعوتی اصول پوشیدہ ہیں۔ان واقعات کا مقصد انسان کو یہ سکھانا ہے کہ حق کی دعوت کس طرح دی جائے اور مشکلات میں کس طرح ثابت قدم رہا جائے۔اسی وجہ سے قرآن مجید نے انبیاء کی زندگی کو ایک عملی نمونہ قرار دیا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا

الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، دِينُهُمْ وَاحِدٌ۔[2]

"انبیاء آپس میں بھائیوں کی طرح ہیں، ان کا دین ایک ہی ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کا بنیادی مقصد ایک ہی تھا، یعنی اللہ کی وحدانیت کی طرف بلانا۔اگرچہ زمانے اور قومیں مختلف تھیں، لیکن دعوت کا اصل پیغام اور اس کا بنیادی اسلوب ایک جیسا تھا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ دین میں توحید، اخلاق اور عدل بنیادی اصول ہیں۔امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

إنَّ الأنبياء بعثهم الله لهداية الخلق وإرشادهم إلى عبادة الله وحده وترك عبادة ما سواه. ۔[3]

"اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس لیے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو ہدایت دیں اور انہیں صرف اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں اور اس کے سوا سب کی عبادت چھوڑنے کی تعلیم دیں۔"

ابن کثیر کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کی زندگی کا بنیادی مقصد انسانیت کی اصلاح اور ہدایت تھا۔ان کی دعوت کا مرکز توحید تھا اور وہ لوگوں کو شرک اور گمراہی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف لاتے تھے۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں انبیاء کے قصے اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ انسان ان سے سبق حاصل کرے اور یہ سمجھے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔"۔[4]

مولانا مودودی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قصصِ انبیاء کا مقصد محض معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ دعوتی تربیت اور فکری اصلاح ہے۔ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعوتِ دین میں صبر، حکمت اور استقامت انتہائی ضروری ہیں۔

قصصِ انبیاء انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے رب پر کامل بھروسہ اور قربانی کی تعلیم انسان کو توکل اور ایمان کا سبق دیتی ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ دشوار اور ان کا صبر نوجوانوں کو مشکلات میں صبر کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں عدل، دیانتداری اور معاشرتی ذمہ داری کی تعلیم معاشرتی اخلاق کے لیے اہم نمونہ ہے۔قصصِ انبیاء کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ دعوتِ دین کے لیے عملی اور واضح نمونہ فراہم کرتے ہیں۔ہر واقعہ انسانوں کو دین کی طرف بلانے، اللہ کے احکام کی پابندی کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے حکمت، نصیحت اور عبرت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔قرآن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[5]

2- صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث:3443

3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد1، ص128

4- سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد2، ص12

5-الأحزاب:21

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور دیگر انبیاء کے قصص انسانوں کے لیے عملی رہنمائی اور دعوتی سبق ہیں۔ قصصِ انبیاء نہ صرف تاریخی حقائق بیان کرتے ہیں بلکہ تعلیم، تربیت اور دعوت کے اہم وسائل بھی ہیں۔ یہ قصص انسان کو علم، فہم، صبر، ایمان، اخلاقی تربیت اور عملی ہدایت فراہم کرتے ہیں۔ معاصر دور میں طلبہ اور نوجوانوں کی تربیت اور دعوتی سرگرمیوں میں قصصِ قرآن ایک مؤثر اور جامع ذریعہ ہیں جو دین کی تعلیمات کو عملی اور مؤثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید اور سیرتِ نبوی کی روشنی میں انبیاء کی زندگی کو صرف تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک راہنمائی، تربیت اور دعوت کا نمونہ سمجھنا چاہیے۔ ہر نبی کی زندگی میں دعوتِ دین کے مخصوص اسلوب، حکمت، صبر، اور اخلاقی تربیت کے عملی پہلو واضح ہیں۔ انبیاء کی زندگی کے یہ پہلو معاصر معاشرے میں داعیانِ دین کے لیے رہنمائی اور سبق آموز ہیں۔

دعوت میں حکمت اور نرم گفتاری

دعوتِ دین کا ایک بنیادی اصول حکمت اور نرم گفتاری ہے۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوتی جدوجہد کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ لوگوں کو حکمت، شفقت اور نرم لہجے کے ساتھ دعوت دی۔ سختی اور جبر کے بجائے انہوں نے دلائل، اخلاق اور محبت کے ذریعے لوگوں کے دل جیتنے کی کوشش کی۔ یہی اسلوب آج کے دور میں بھی دعوتِ دین کے لیے انتہائی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔[6]

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔"

اس آیت میں دعوتِ دین کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے لیے حکمت، دانائی اور حسنِ نصیحت کو اختیار کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ داعی کو مخاطب کے حالات، ذہنی سطح اور معاشرتی پس منظر کو مدنظر رکھ کر بات کرنی چاہیے۔ سختی اور تلخی کے بجائے نرمی اور خیر خواہی کا اسلوب زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت (نرم گفتاری) سے متعلق فرمایا

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ۔[7]

"تم دونوں اس سے نرم بات کہنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔"

یہ آیت حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجتے وقت نازل ہوئی۔ فرعون ایک ظالم اور سرکش حکمران تھا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو حکم دیا کہ اس سے نرمی کے ساتھ بات کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ دین میں نرم گفتاری کا اصول اتنا اہم ہے کہ اسے دشمن کے ساتھ بھی اختیار کیا جانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ۔[8]

"نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے خوبصورت بنادیتی ہے اور جب کسی چیز سے نرمی نکال دی جائے تو وہ بدصورت ہوجاتی ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نرمی اور حسنِ اخلاق دعوت کا بنیادی حصہ ہیں۔ اگر داعی سخت لہجہ اختیار کرے تو لوگ اس سے دور ہو جاتے ہیں، لیکن اگر وہ نرمی اور محبت سے بات کرے تو دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اسلوب انتہائی نرم اور اخلاقی تھا۔ امام ابن ہشام سیرت نبوی میں لکھتے ہیں:

6- سورۃ النحل، آیت 125

7- سورۃ طٰہٰ، آیت 44

8- صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث: 2594

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقاً وألينهم كلاماً مع الناس. -[9]

"رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے اور گفتگو میں سب سے زیادہ نرم تھے۔"

اس تاریخی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعوتی کامیابی کا ایک بڑا سبب آپ کا نرم اخلاق اور نرم گفتگو تھا۔ آپ لوگوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، جس کی وجہ سے لوگ آپ کی بات کو قبول کرتے تھے۔ علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

إنَّ الحكمة والرفق من أهم وسائل الدعوة إلى الله، لأن القلوب تنفتح بالكلمة الطيبة والأسلوب الحسن. -[10]

"حکمت اور نرمی اللہ کی طرف دعوت دینے کے اہم ترین ذرائع میں سے ہیں، کیونکہ دل اچھی بات اور اچھے اسلوب سے کھلتے ہیں۔"

دعوتِ دین میں کامیابی کے لیے صرف علم کافی نہیں بلکہ حکمت اور حسنِ اسلوب بھی ضروری ہیں۔ اگر داعی نرم اور حکیمانہ انداز اختیار کرے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی بات کے لیے جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دعوتِ دین میں حکمت اور نرم گفتاری بنیادی اصول ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے ہمیشہ لوگوں کو محبت، نرمی اور خیر خواہی کے ساتھ دعوت دی۔ موجودہ دور میں بھی اگر داعیانِ دین اسی اسلوب کو اختیار کریں تو دعوت زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ انبیاء کی زندگی کا ایک بنیادی اسلوب حکمت اور نرم گفتاری تھا۔ کسی بھی قوم یا فرد کو دین کی طرف بلانے میں وہ سختی یا جبر کا سہارا نہیں لیتے تھے بلکہ دلائل، نصیحت اور حکمت کے ساتھ دعوت پیش کرتے تھے۔ مثال کے طور پر

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سینکڑوں سال تک صبر اور نرم گفتاری کے ساتھ ہدایت کی کوشش کی، باوجود اس کے کہ اکثر لوگ ان کی نصیحت کو رد کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے مکہ کے ابتدائی سالوں میں لوگوں کو قرآن کی تعلیمات اور توحید کی دعوت انتہائی حکمت اور نرمی کے ساتھ دی، تاکہ دلوں پر اثر مرتب ہو اور معاشرتی رد عمل کم سے کم ہو۔

دعوت کا دوسرا اہم پہلو نصیحت اور ترغیب ہے۔ انبیاء نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتوں کا شعور دلایا، برائی کے نتائج سے آگاہ کیا اور نیکی کی طرف بلایا:

﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ﴾-[11]

یہ نصیحت لوگوں کے دلوں کو نرم کرتی، ایمان کو مضبوط بناتی اور اعمال کی اصلاح کی ترغیب دیتی۔

قوموں کے تجربات سے عبرت اور نصیحت

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ماضی کی قوموں کے تجربات کو بیان کیا ہے تاکہ انسان عبرت حاصل کرے اور اپنی زندگی میں درست راستہ اپنائے۔ یہ قصص اور واقعات صرف تاریخی حقائق نہیں بلکہ انسانیت کے لیے نصیحت اور رہنمائی کے عملی وسائل ہیں۔ ہر قوم کے تجربے میں ایک پیغام پوشیدہ ہے جو معاشرتی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات فراہم کرتا ہے۔

عبرت کا مطلب ہے دوسروں کے تجربات سے سبق سیکھنا تاکہ خود غلطیوں سے بچا جا سکے۔ قرآن میں مختلف قوموں کی کہانیوں کے ذریعے انسان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ کی نافرمانی، ظلم، سچائی سے دوری اور فاسق رویے کے نتیجے میں قومیں زوال پذیر ہو گئیں۔ مثال کے طور پر: قومِ عاد اور ثمود : ان کی کفر اور ظلم کے سبب اللہ نے انہیں تباہ کیا، اور یہ عبرت آج تک انسانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ قوموں کے واقعات کو بڑی

9- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد 1، ص265

10- یوسف القرضاوی، فقہ الدعوۃ، ص73

11- آل عمران:142

تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان قصص کا مقصد محض تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ انسانوں کو عبرت، نصیحت اور ہدایت فراہم کرنا ہے۔ انبیائے کرام کی قوموں کے حالات، ان کی نافرمانی اور پھر ان کے انجام کو بیان کر کے قرآن انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ ان غلطیوں سے سبق حاصل کرے۔ یہی اسلوب دعوتِ دین میں نہایت مؤثر ہے کیونکہ تاریخی مثالیں انسان کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔[12]

"پس آپ ان واقعات کو بیان کریں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کے سامنے پچھلی قوموں کے واقعات بیان کریں تاکہ وہ ان پر غور کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں قصص بیان کرنے کا مقصد انسان کو سوچنے پر مجبور کرنا اور اسے ہدایت کی طرف لانا ہے۔ دعوت کے میدان میں یہ اسلوب اس لیے مؤثر ہے کہ جب انسان ماضی کے واقعات اور ان کے نتائج کو دیکھتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت میں ارشاد ہے

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔[13]

"کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ زمین میں سفر کریں اور سابقہ قوموں کے آثار کو دیکھیں۔ یہ دراصل تاریخی اور تجرباتی دعوتی اسلوب ہے جس کے ذریعے انسان کو بتایا جاتا ہے کہ جو قومیں حق سے منہ موڑتی ہیں ان کا انجام تباہی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔[14]

"عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔"

یہ حدیث انسان کو محاسبہ اور عبرت حاصل کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ جب انسان پچھلی قوموں کے انجام کو دیکھتا ہے تو وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ یہی دعوتی تربیت کا مقصد ہے۔ اسی طرح امام طبری لکھتے ہیں:

إنَّ الله ذكر أخبار الأمم الماضية ليكون فيها موعظة لمن يأتي بعدهم. ۔[15]

"اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کے واقعات اس لیے بیان کیے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے ان میں نصیحت ہو۔"

امام طبری کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں بھی قصصِ قرآنی کو اخلاقی اور دعوتی نصیحت کے طور پر سمجھا گیا ہے۔ ماضی کے واقعات انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ حق کو قبول کرنے والی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جبکہ انکار کرنے والی قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں پچھلی قوموں کے واقعات اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ انسان یہ سمجھے کہ تاریخ کے میدان میں حق و باطل کی کشمکش کا انجام ہمیشہ حق کی کامیابی پر ہوتا ہے۔"۔[16]

12- سورۃ الاعراف، آیت 176

13- سورۃ یوسف، آیت 109

14- سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، حدیث: 2459

15- امام طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد 1، ص 58

16- سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد 3، ص 214

قصص قرآنی صرف ماضی کی داستان نہیں بلکہ انسانی تاریخ کے مستقل اصول کو واضح کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم ظلم، تکبر اور نافرمانی اختیار کرتی ہے تو اس کا انجام تباہی ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کے یہ واقعات دعوتِ دین کے لیے ایک طاقتور دلیل ہیں۔ قرآن مجید میں سابقہ قوموں کے واقعات بیان کرنے کا مقصد انسان کو عبرت اور نصیحت فراہم کرنا ہے۔ ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حق کو قبول کرنے والی قومیں کامیاب ہوتی ہیں۔ انبیاء کی مخالفت کرنے والی قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ تاریخ انسان کے لیے ایک سبق اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے دعوتِ دین میں قصصِ قرآنی کا استعمال ایک مؤثر دعوتی اسلوب ہے جو انسان کو غور و فکر اور اصلاح کی طرف مائل کرتا ہے۔

توحید اور شرک کی تعلیم

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہ تمام انبیاء کی دعوت کا محور رہا ہے۔ قرآن و سنت میں توحید کی تعلیم کو دین کا اصل ستون اور شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ انبیاء نے اپنی دعوت کا آغاز اور سب سے اہم پیغام یہی دیا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی اور انہیں شرک و بت پرستی سے روکا۔ نوح علیہ السلام نے صبر، استقامت اور نرم گفتاری کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، مگر اکثر لوگ ان کی دعوت کو رد کرتے رہے۔ ان کے قصے سے یہ سبق ملتا ہے کہ توحید کی دعوت میں صبر، حکمت اور مستقل مزاجی ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی توحید کی بہترین مثال ہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی بلکہ اپنی عملی زندگی میں بھی توحید کو مظہر بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کائنات کے مختلف مظاہر اور عقل و فہم کے ذریعے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور کائنات کا خالق ہے۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی محور توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی قوموں کو سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دی اور انہیں بت پرستی اور دیگر شرکیہ عقائد سے بچنے کی تلقین کی۔ قرآن مجید میں بیان کردہ قصصِ انبیاء اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ انسانی فلاح اور کامیابی کا راستہ صرف اللہ کی بندگی میں ہے۔ اس لیے انبیاء کی دعوت کا مرکزی پیغام ہمیشہ توحید رہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔[17]

"اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کا بنیادی مقصد اللہ کی عبادت کی طرف بلانا اور شرک سے روکنا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ دین کی بنیاد توحید ہے۔ جب تک انسان شرک سے مکمل طور پر اجتناب نہیں کرتا، اس کی عبادت اور اعمال قبول نہیں ہوتے۔ اسی لیے قرآن مجید نے توحید کو دین کی اساس قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔[18]

"بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

یہ آیت حضرت لقمان کی نصیحت کے ضمن میں بیان ہوئی ہے۔ اس میں شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے کیونکہ شرک میں انسان اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے۔ انبیاء کی دعوت کا ایک اہم مقصد انسان کو اس عظیم ظلم سے بچانا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

17۔ سورۃ النحل، آیت 36

18۔ سورۃ لقمان، آیت 13

حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔[19]

"اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔"

یہ حدیث توحید کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ صرف اسی کی عبادت کرے۔ اگر انسان اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے تو وہ اپنے رب کے حق کو ادا نہیں کرتا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی دعوت کا بنیادی پیغام بھی توحید تھا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

وكانت دعوة جميع الأنبياء قائمة على توحيد الله تعالى ونبذ الشرك. ۔[20]

"تمام انبیاء کی دعوت اللہ کی وحدانیت پر قائم تھی اور وہ شرک کو ترک کرنے کی دعوت دیتے تھے۔"

انبیائے کرام کی دعوت میں سب سے اہم مسئلہ توحید کا قیام تھا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں جب بھی انسان شرک میں مبتلا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا تاکہ وہ انسانوں کو دوبارہ توحید کی طرف بلائیں۔ علامہ سید قطب لکھتے ہیں:

إنَّ قضية التوحيد هي القضية الكبرى التي قامت عليها رسالة الأنبياء جميعاً. ۔[21]

"توحید وہ بنیادی مسئلہ ہے جس پر تمام انبیاء کی رسالت قائم تھی۔"

سید قطب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی پوری دعوت کا مرکز توحید ہے۔ اگر معاشرہ توحید کو قبول کرلے تو اس کے اخلاق، سیاست اور معاشرت سب درست ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب شرک عام ہو جائے تو معاشرہ ظلم اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کے قصصِ انبیاء سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انبیائے کرام کی دعوت کا بنیادی مقصد توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید تھا۔ اس سلسلے میں قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ سب اس بات پر متفق ہیں کہ توحید دینِ اسلام کی بنیاد ہے۔ شرک سب سے بڑا ظلم اور گناہ ہے۔ تمام انبیاء کی دعوت کا مرکزی پیغام اللہ کی وحدانیت تھا۔ اسی لیے دعوتِ دین میں سب سے اہم کام یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا جائے اور انہیں شرک سے بچایا جائے۔

صبر، حکمت اور تقویٰ کی تعلیم

اسلامی تعلیمات میں صبر، حکمت اور تقویٰ تین ایسے بنیادی اصول ہیں جو نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے ضروری ہیں بلکہ معاشرتی اصلاح اور دعوتِ دین میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور سیرتِ انبیاء کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ انبیاء نے اپنی زندگی میں ان اصولوں کو عملی طور پر اپنایا اور اپنی قوموں کی رہنمائی کرتے ہوئے مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کیا۔ صبر ایک ایسا لازمی وصف ہے جو انسان کو مشکلات، مخالفت اور آزمائشوں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے صبر کے امتحان میں ہزاروں سال صبر واستقامت کے بعد بھی اکثریت ان کی نصیحت کو رد کر گئی، مگر حضرت نوح نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور اللہ کی ہدایت کے مطابق دعوت جاری رکھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی ظلم وستم، قید اور دیگر مشکلات میں صبر کا مظاہرہ کیا اور آخرکار اللہ کی حکمت کے مطابق فلاح حاصل کی۔ قرآن مجید میں صبر کی تاکید کی گئی ہے:

19- صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث:7373

20-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد1، ص134

21-سید قطب، فی ظلال القرآن، جلد4، ص2125

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾۔[22]

دعوت میں حکمت کا مطلب ہے کہ پیغام کو اسلوب، وقت، ماحول اور سامعین کے حالات کے مطابق پیش کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کائنات کے مظاہر، عقل و فہم اور دلائل کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا، جو حکمت کے بہترین عملی نمونے کے طور پر پیش کیا گیا۔ حکمت سے دعوت میں لوگوں کے دلوں میں اثر پیدا ہوتا ہے اور مذہبی نصائح کو قبول کرنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ تقوی انسان کو اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے اور ہر برائی اور شرک سے بچاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو عدل و انصاف، دیانت اور تجارت میں ایمانداری کی تعلیم دی اور انہیں شرک و ظلم سے بچنے کی تاکید کی۔ تقوی انسان کے اعمال میں خلوص پیدا کرتا ہے اور مشکلات میں اللہ پر اعتماد قائم رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں کو بیان کرتے ہوئے ایک اہم دعوتی اصول صبر، حکمت اور تقویٰ کی تعلیم ہے۔ انبیاء نے اپنی دعوتی جدوجہد میں شدید مخالفت، آزمائش اور مشکلات کا سامنا کیا، لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر، حکمت اور اللہ کے خوف (تقویٰ) کو اختیار کیا۔ قرآن مجید کے قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے داعی کے اندر یہ تینوں صفات موجود ہونا ضروری ہیں۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ۔[23]

"اور آپ صبر کریں، اور آپ کا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔"

یہ آیت دعوت کے میدان میں صبر کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ انبیائے کرام کو اپنی قوموں کی طرف سے سخت مخالفت اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر اور استقامت کا راستہ اختیار کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ دین میں کامیابی کے لیے داعی کو صبر اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت (حکمت اور تقویٰ) سے متعلق فرمایا

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا۔[24]

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتا ہے۔"

تقویٰ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور اسے صحیح راستہ اختیار کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ انبیائے کرام کی زندگی اس بات کی مثال ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اللہ کے خوف اور تقویٰ کے ساتھ اپنی دعوتی ذمہ داری ادا کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔[25]

"جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے صبر عطا کرتا ہے، اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع عطیہ نہیں دیا گیا۔"

یہ حدیث صبر کی عظمت کو واضح کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ صبر انسان کے لیے سب سے قیمتی نعمت ہے۔ دعوتِ دین میں جب داعی مشکلات اور مخالفت کا سامنا کرتا ہے تو صبر ہی اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

وكان الأنبياء أشد الناس صبراً على أذى أقوامهم في سبيل الدعوة إلى الله. -[26]

"انبیائے کرام اپنی قوموں کی اذیتوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے کیونکہ وہ اللہ کی طرف دعوت دینے میں مصروف تھے۔"

22-النحل:127

23-سورۃ النحل، آیت 127

24-سورۃ الطلاق، آیت 2

25- صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، حدیث:1469

26-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 1، ص 145

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی زندگی صبر اور استقامت کی عظیم مثال تھی۔ انہوں نے اپنی قوموں کی طرف سے تکالیف کے باوجود دعوتِ دین کا کام جاری رکھا اور کبھی ہمت نہیں ہاری۔ امام غزالی لکھتے ہیں:

إنَّ الدعوة إلى الله تحتاج إلى الصبر والحكمة والتقوى، لأن الداعية يواجه النفوس المختلفة والطبائع المتباينة. [27]

"اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے صبر، حکمت اور تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ داعی مختلف نفسیات اور طبیعتوں والے لوگوں کا سامنا کرتا ہے۔"

دعوتِ دین صرف علم کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے اخلاقی صفات اور روحانی تربیت بھی ضروری ہے۔ جب داعی صبر، حکمت اور تقویٰ کے ساتھ دعوت دیتا ہے تو اس کی بات زیادہ مؤثر اور قابلِ قبول ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کے قصصِ انبیاء سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دعوتِ دین کے لیے صبر، حکمت اور تقویٰ بنیادی اصول ہیں۔ انبیائے کرام کی زندگی اس بات کی عملی مثال ہے کہ صبر مشکلات میں ثابت قدمی پیدا کرتا ہے۔ حکمت دعوت کو مؤثر بناتی ہے۔ تقویٰ انسان کو اللہ کی مدد کا مستحق بناتا ہے۔

اسی لیے داعیانِ دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت میں ان تین اصولوں کو اختیار کریں تاکہ ان کی دعوت مؤثر اور کامیاب ہو سکے۔

مشکلات اور آزمائشوں میں انبیاء کا رویہ

انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت اور اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا۔ اس عظیم مشن کی ادائیگی کے دوران انہیں مختلف قسم کی مشکلات، مخالفتوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قوموں کی طرف سے انکار، تمسخر، ظلم اور تکلیف کے باوجود انبیاء علیہم السلام نے اپنے دعوتی فریضہ کو نہایت صبر، حکمت اور تقویٰ کے ساتھ جاری رکھا۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انبیاء کے صبر، حلم اور اللہ پر کامل اعتماد کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ دعوتِ دین کے راستے میں انبیاء علیہم السلام کو شدید مخالفت اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے کبھی ہمت نہیں ہاری اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا۔ قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کو بھی سابقہ انبیاء کے صبر کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" ۔[28]

پس آپ صبر کیجیے جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو طویل عرصہ تک دعوت دی، مگر مسلسل انکار اور تمسخر کے باوجود اپنی دعوت سے دستبردار نہ ہوئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا" ۔[29]

پس وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال تک رہے۔

یہ آیت انبیاء کی دعوتی استقامت اور صبر کی نمایاں مثال پیش کرتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت میں سختی اور شدت کے بجائے نرم گفتاری اور حکمت کو اختیار کیا۔ حتیٰ کہ جب انہیں سخت مزاج اور ظالم حکمرانوں کی طرف بھیجا گیا تو بھی انہیں نرم انداز اپنانے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے فرمایا:

27- امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد 2، ص 315

28- سورۃ الأحقاف: 35

29- سورۃ العنکبوت: 14

"فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ"۔[30]

اس سے نرم بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

اسی اصول کو عمومی دعوتی حکمت کے طور پر بھی بیان کیا گیا:

"ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" ۔[31]

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کا دعوتی اسلوب نرمی، حکمت اور اخلاقِ حسن پر مبنی تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ وہ ہر مشکل اور آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور حکمت پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ حقیقی کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان ہوا:

"حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" ۔[32]

اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کی فوج کو سامنے دیکھا اور بنی اسرائیل گھبرا گئے تو فرمایا:

"كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ" ۔[33]

ہرگز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے راستہ دکھائے گا۔

قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دعوتِ دین کا راستہ ہمیشہ آسان نہیں ہوتا بلکہ اس میں مختلف مشکلات، آزمائشیں اور مخالفتیں پیش آتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوموں کی طرف سے تکذیب، ظلم، استہزاء اور سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر، استقامت اور اللہ پر کامل توکل کا مظاہرہ کیا۔ قرآن مجید کے قصص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشکلات کے وقت انبیاء کا رویہ ہمیشہ مثبت، ثابت قدم اور اللہ کی رضا پر مبنی ہوتا تھا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا۔[34]

"اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا، پھر انہوں نے اس تکذیب اور اذیت پر صبر کیا۔"

یہ آیت اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ انبیائے کرام کی زندگی آزمائشوں سے بھرپور تھی۔ انہیں اپنی قوموں کی طرف سے شدید مخالفت اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے صبر اور استقامت کے ساتھ دعوت کا کام جاری رکھا۔ اس سے داعیانِ دین کو یہ سبق ملتا ہے کہ مشکلات کے باوجود حق کی دعوت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔[35]

30- سورۃ طٰہٰ:44

31- سورۃ النحل:125

32- سورۃ آل عمران:173

33- سورۃ الشعراء:62

34- سورۃ الانعام، آیت34

35- سورۃ الاحقاف، آیت35

"پس آپ صبر کریں جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو اولوالعزم انبیاء کے صبر کی مثال دی گئی ہے۔ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انبیاء کی زندگی میں مشکلات کے باوجود ثابت قدمی اور صبر ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ یہی اصول دعوتِ دین کے لیے بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ۔[36]

"سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء پر آتی ہیں، پھر ان لوگوں پر جو ان کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ آزمائشیں ایمان کی علامت ہیں۔ انبیائے کرام چونکہ اللہ کے سب سے مقرب بندے تھے، اس لیے انہیں سب سے زیادہ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان آزمائشوں کا مقصد ان کے مقام کو بلند کرنا اور ان کی دعوت کو مضبوط بنانا تھا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد ابتلى الله الأنبياء بأنواع البلاء ليكونوا قدوة للناس في الصبر والثبات۔[37]

"اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف آزمائشوں میں ڈالا تاکہ وہ صبر اور ثابت قدمی میں لوگوں کے لیے نمونہ بن جائیں۔"

انبیاء کی آزمائشیں دراصل انسانیت کے لیے ایک عملی مثال تھیں۔ جب لوگ انبیاء کے صبر اور استقامت کو دیکھتے ہیں تو انہیں مشکلات میں ثابت قدم رہنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

قرآن مجید کے قصصِ انبیاء سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مشکلات اور آزمائشیں دعوتِ دین کا لازمی حصہ ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے ہمیشہ ان آزمائشوں کا مقابلہ صبر، استقامت اور اللہ پر توکل کے ساتھ کیا۔ اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہآزمائشیں ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔ صبر اور استقامت دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ انبیاء کی زندگی داعیانِ حق کے لیے عملی نمونہ ہے۔ اسی لیے موجودہ دور میں بھی داعیانِ دین کو چاہیے کہ وہ مشکلات کے باوجود صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ حق کی دعوت کا کام جاری رکھیں۔

خلاصہ

قرآن حکیم میں بیان کردہ قصصِ انبیاء انسانی تاریخ کے ایسے واقعات ہیں جن میں دعوتِ دین کے بنیادی اصول، اخلاقی تربیت اور انسانی اصلاح کے جامع نمونے موجود ہیں۔ قرآن مجید نے ان واقعات کو صرف تاریخی معلومات کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ ان کے ذریعے انسانوں کو ہدایت، نصیحت اور عملی رہنمائی فراہم کی ہے۔ ان قصص کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان ماضی کے واقعات سے سبق حاصل کرے اور اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی مقصد توحید کا قیام اور شرک کا خاتمہ تھا۔ انہوں نے اپنی قوموں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا اور انہیں بت پرستی، گمراہی اور اخلاقی برائیوں سے روکنے کی کوشش کی۔ قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ہر امت میں رسول اسی مقصد کے لیے مبعوث کیے گئے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دیں اور طاغوت سے بچنے کی تلقین کریں۔

انبیائے کرام کی دعوت کا ایک اہم پہلو حکمت اور نرم گفتاری ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر ہدایت دی گئی ہے کہ لوگوں کو دین کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایا جائے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ اپنے مخاطبین کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نرم، مؤثر اور حکیمانہ انداز اختیار کیا۔

36- سنن ترمذی، کتاب الزہد، حدیث: 2398

37- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 1، ص 157

یہی اسلوب ان کی دعوت کی کامیابی کا سبب بنا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت بھی اس بات کی بہترین مثال ہے کہ نرم اخلاق اور حسنِ گفتگو لوگوں کے دلوں کو متاثر کرتے ہیں اور انہیں حق قبول کرنے کی طرف مائل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے قصص میں سابقہ قوموں کے حالات بیان کر کے انسان کو عبرت اور نصیحت کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ قومِ نوح، عاد، ثمود اور دیگر اقوام کے واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جو قومیں انبیاء کی دعوت کو قبول کرتی ہیں وہ کامیابی اور فلاح حاصل کرتی ہیں، جبکہ جو قومیں تکبر اور نافرمانی اختیار کرتی ہیں ان کا انجام تباہی اور ہلاکت ہوتا ہے۔ اس طرح قرآن انسان کو تاریخ کے تجربات سے سبق لینے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے بچ سکے۔ انبیائے کرام کی زندگی کا ایک اہم پہلو صبر، حکمت اور تقویٰ ہے۔ دعوتِ دین کے راستے میں انہیں شدید مشکلات اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ قرآن مجید نے انبیاء کے صبر کو ایک مثالی نمونہ قرار دیا ہے اور اہل ایمان کو بھی یہی ہدایت دی ہے کہ وہ مشکلات میں ثابت قدم رہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ تقویٰ انبیاء کی زندگی کا بنیادی وصف تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔

اسی طرح قرآن مجید کے قصص سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کو اپنی دعوت کے راستے میں مختلف آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی قوموں نے انہیں جھٹلایا، ان پر ظلم کیا اور ان کا مذاق اڑایا، لیکن انہوں نے اپنی دعوت کو ترک نہیں کیا۔ انبیاء کا یہ رویہ داعیانِ دین کے لیے ایک عظیم مثال ہے کہ مشکلات کے باوجود حق کی دعوت کو جاری رکھا جائے اور اللہ پر مکمل اعتماد رکھا جائے۔

ان تمام واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ قصصِ انبیاء دراصل ایک مکمل دعوتی اور تربیتی نظام پیش کرتے ہیں۔ ان قصص میں دعوت کے اصول، اخلاقی تربیت، صبر واستقامت اور حکمت کے ایسے نمونے موجود ہیں جو ہر دور کے انسان کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں جب معاشرہ مختلف فکری اور اخلاقی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے تو قرآن مجید کے یہ قصص داعیانِ دین کے لیے ایک مؤثر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم کے قصص نہ صرف ماضی کے واقعات ہیں بلکہ وہ انسانیت کے لیے ایک دائمی پیغام رکھتے ہیں۔ اگر ان واقعات کے دعوتی اسلوب اور تربیتی اصولوں کو سمجھ کر عملی زندگی میں اپنایا جائے تو معاشرے میں اصلاح، اخلاقی بہتری اور ہدایت کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے